

سورج کی واپسی!

سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے لیے سورج کے پٹ جانے کے متعلق روایات کا علمی اور تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے:

روایت نمبر ①: سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوحِي إِلَيْهِ، وَرَأْسُهُ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ، فَلَمْ يُصَلِّ الْعَصْرَ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «صَلَّيْتُ يَا عَلِيُّ؟» قَالَ: لَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّهُمَّ، إِنَّهُ كَانَ فِي طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُولِكَ، فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ»، قَالَتْ أَسْمَاءُ: فَرَأَيْتُهَا غَرَبَتْ، ثُمَّ رَأَيْتُهَا طَلَعَتْ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ.

”نبی کریم ﷺ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا اور آپ ﷺ کا سر مبارک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا۔ وہ عصر کی نماز نہ پڑھ سکے، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: علی! کیا آپ نے نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی فرمانبرداری میں مشغول تھے، ان کے لیے سورج کو لوٹا دے۔ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا بیان ہے؛ میں نے سورج کو غروب ہوتے بھی دیکھا، پھر سورج کے غروب

ہو جانے کے بعد اسے طلوع ہوتے بھی دیکھا۔“

(السنة لابن أبي عاصم : 1323 ، مختصراً ، مشکل الآثار للطحاوي : 9/2 ،

المعجم الكبير للطبراني : 152، 147/24 ، تاريخ دمشق لابن عساكر : 314/42)

تبصرہ :

اس کی سند ”ضعیف“ ہے، کیونکہ ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی بن ابوطالب راوی ”مجهول الحال“ ہے۔ سوائے امام ابن حبان (الثقات : 3/6) کے کسی نے اسے ثقہ نہیں کہا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں : لَيْسَ بِذَلِكَ الْمَشْهُورِ فِي حَالِهِ .

”اس کا حال مجهول ہے۔“ (البداية والنهاية : 89/6)

حافظ بیہقی رحمہ اللہ اس کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں :

فِيهِ مَنْ لَمْ أَعْرِفُهُمْ . ”اس روایت میں ایسے راوی ہیں، جن کو میں

نہیں پہچانتا۔“ (مجمع الزوائد : 185/9)

لیکن ایک مقام پر امام ابن حبان کی توثیق پر اعتماد کرتے ہوئے ان کو ثقہ کہا ہے۔

(مجمع الزوائد : 297/8)

یہ تساہل پر مبنی فیصلہ ہے، جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس میں دوسری وجہ ضعف یہ بیان کرتے ہیں کہ فاطمہ بنت حسین

بن علی بن ابی طالب جو کہ امام زین العابدین رحمہ اللہ کی ہم شیرہ ہیں وہ ہیں تو ثقہ، لیکن یہ

معلوم نہیں کہ انہوں نے یہ روایت سیدہ اسماء رحمہا سے سنی ہے یا نہیں؟

(البداية والنهاية : 89/6)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَلَا سَمَاعُ إِبْرَاهِيمَ مِنْ فَاطِمَةَ، وَلَا سَمَاعُ فَاطِمَةَ مِنْ أَسْمَاءَ،
وَلَا بُدَّ فِي ثُبُوتِ هَذَا الْحَدِيثِ مِنْ أَنْ يُعْلَمَ أَنَّ كَلًّا مِّنْ هَؤُلَاءِ
عَدْلٌ ضَابِطٌ، وَأَنَّهُ سَمِعَ مِنَ الْآخِرِ، وَلَيْسَ هَذَا مَعْلُومًا.

”نہ ابراہیم کا فاطمہ سے اور نہ فاطمہ کا سیدہ اسماءؓ سے سماع ثابت ہے۔ اس
حدیث کے ثبوت کے لیے اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ اس کے تمام راوی
عادل و ضابط ہیں یا نہیں، نیز انہوں نے ایک دوسرے سے سنا ہے یا نہیں۔ مگر
اس روایت کے راویوں کے متعلق یہ بات معلوم نہیں ہو سکی۔“

(منہاج السنۃ النبویۃ : 189/4)

تنبیہ :

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ امام طحاویؒ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے، بے حقیقت
بات ہے۔

روایت نمبر ② : سیدہ اسماء بنت عمیسؓ ہی سے مروی ہے :

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالصَّهْبَاءِ، ثُمَّ
أَرْسَلَ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي حَاجَةٍ فَرَجَعَ، وَقَدْ صَلَّى النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ، فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ رَأْسَهُ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ، فَلَمْ يُحَرِّكْهُ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ،
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «اللَّهُمَّ، إِنَّ عَبْدَكَ عَلِيًّا
اِحْتَبَسَ بِنَفْسِهِ عَلَى نَبِيِّكَ، فَرُدَّ عَلَيْهِ شَرَقَهَا»، قَالَتْ أَسْمَاءُ :

فَطَلَعَتِ الشَّمْسُ حَتَّى وَقَعَتْ عَلَى الْجِبَالِ وَعَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ قَامَ عَلَيَّ، فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ غَابَتْ، وَذَلِكَ فِي الصَّهْبَاءِ، فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ.

”نبی کریم ﷺ نے صہبانامی جگہ پر نماز ظہر ادا کی۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنے کسی کام بھیجا۔ جب وہ واپس آئے، تو نبی کریم ﷺ عصر کی نماز ادا فرما چکے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک ان کی گود میں رکھا۔ انہوں نے حرکت نہ کی، (کہیں آپ ﷺ کی نیند میں خلل نہ آجائے)، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ دعا کی: اے اللہ! تیرے بندے علی نے اپنے آپ کو تیرے نبی کے لئے روکا ہوا تھا، لہذا ان پر سورج کو لوٹا دے۔ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سورج اوپر آ گیا، یہاں تک کہ اس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر پڑنے لگی۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، وضو کیا اور عصر کی نماز پڑھی۔ پھر سورج غروب ہو گیا۔ یہ واقعہ غزوہ خیبر کے موقع پر صہبانامی جگہ پر پیش آیا۔“

(مشکل الآثار للطحاوی: 1068، المعجم الكبير للطبراني: 145، 144/24)

تبصرہ :

اس کی سند بھی ”ضعیف“ ہے، جیسا کہ:

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس کا ضعف و سقم یوں بیان کرتے ہیں:

وَهَذَا الْإِسْنَادُ فِيهِ مَنْ يَجْهَلُ حَالَهُ، فَإِنَّ عَوْنًا هَذَا وَأُمَّهُ لَا يُعْرَفُ أَمْرُهُمَا بَعْدَ الْوَضْبِ، يُقْبَلُ بِسَبَبِهِمَا خَبَرُهُمَا، فِيمَا هُوَ دُونَ

هَذَا الْمَقَامَ، فَكَيْفَ يَثْبُتُ بِخَبَرِهِمَا هَذَا الْأَمْرُ الْعَظِيمُ الَّذِي لَمْ يَرَوْهُ أَحَدٌ مِّنْ أَصْحَابِ الصِّحَاحِ، وَلَا السُّنَنِ، وَلَا الْمَسَانِيدِ الْمَشْهُورَةِ، فَاللَّهُ أَعْلَمُ، وَلَا نَذْرِي أَسَمِعْتُ أُمَّ هَذَا مِنْ جَدَّتِهَا أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ أَوْ لَا.

”اس سند میں عون اور اس کی والدہ کے حافظے اور عدالت کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ یہی دو امور ہیں جن کی بنا پر ان کی روایت قبول کی جاسکتی تھی اور ان میں وہ قابل قبول مقام تک نہیں پہنچ پائے۔ ان کے بیان کی بنیاد پر ایک ایسا اہم مسئلہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے، جس کو نہ مشہور اصحاب صحاح و سنن و مسانید میں سے کسی نے بیان نہیں کیا۔ پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ ام عون کا سیدہ اسماء بنت عمیسؓ سے سماع بھی ہے یا نہیں۔“ (البداية والنهاية: 88/6)

✽ حافظ پیشمی عون بن محمد کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَلَمْ أَجِدْ مَنْ تَرَجَّمَهُ. ”مجھے اس کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔“

(مجمع الزوائد: 3/237، 4/50)

✽ ایک روایت، جس کی سند میں عون بن محمد اور اس کی ماں ام عون موجود ہیں، کے بارے میں ابن ترکمانی حنفی لکھتے ہیں:

وَفِي إِسْنَادِهِ مَنْ يُحْتَاجُ إِلَى كَشْفِ حَالِهِ.

”اس سند میں ایسے راوی ہیں، جن کے حالات کا واضح ہونا ضروری ہے۔“

(الجواهر النقي في الردّ على البيهقي: 3/396)

لہذا عون بن محمد کی ایک دوسری روایت کی سند کو حافظ منذری (الترغيب والترهيب:

3/89) اور حافظ ابن حجر کا ”حسن“ کہنا، نیز حافظ عراقی (فیض القدير للمناوي: 327/4) کا ”جيد“ کہنا قطعاً صحیح نہیں۔

اس کی سند میں ام عون بھی ”مجهولہ“ ہیں۔
اسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی ”مقبولہ“ کہا ہے۔

(تقريب التهذيب لابن حجر: 8750)

حافظ بوسری (مصباح الزجاجة: 52/2) اور سندھی حنفی (حاشية السندي على ابن ماجه: 1611) نے بھی یہی فیصلہ دیا ہے۔

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذَا الْحَدِيثُ مُنْكَرٌ، وَفِيهِ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْمَجَاهِيلِ .
”یہ حدیث منکر ہے اس میں کئی ایک مجہول راوی ہیں۔“

(تاریخ دمشق: 314/42)

روایت نمبر ③: سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ أَوْحِيَ إِلَيْهِ، فَسْتَرَهُ عَلَيَّ بِثَوْبِهِ، حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ،
فَلَمَّا سُرِّيَ عَنِ النَّبِيِّ، قَالَ: «يَا عَلِيُّ، صَلَّيْتَ الْعَصْرَ؟»، قَالَ:
لَا قَالَ: «اللَّهُمَّ ارْزُدِ الشَّمْسَ عَلَى عَلِيٍّ»، قَالَتْ: فَرَجَعَتِ
الشَّمْسُ حَتَّى رَأَيْتُهَا فِي نِصْفِ الْحُجْرِ، أَوْ قَالَتْ: نِصْفِ
حُجْرَتِي .

”نبی کریم ﷺ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑے سے
آپ ﷺ کو ڈھانپ رکھا تھا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ جب نبی

کریم ﷺ وحی سے فارغ ہوئے، تو پوچھا: علی! کیا آپ نے عصر کی نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! علی کے لئے سورج کو لوٹا دے۔ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سورج واپس پلٹا یہاں تک کہ اس کی روشنی میرے حجرے کے صحن کے درمیان میں آن پہنچی۔“

(تاریخ دمشق لابن عساکر: 314/42، الموضوعات لابن الجوزي: 356/1،

الآلای المصنوعة للسيوطي: 338/1)

تبصرہ :

یہ باطل سند ہے، کیونکہ :

① اس کا راوی ابو العباس ابن عقدہ ”ضعیف“ ہے۔

② امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ”ضعیف“ کہا ہے۔ (السنن: 264/2)

③ حمزہ بن یوسف سہمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا عُمَرَ بْنَ حَيَوِيَةَ يَقُولُ : كَانَ أَحْمَدُ بْنُ عُقْدَةَ فِي جَامِعِ بَرَاءِثَا يُمْلِي مَثَالِبَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ قَالَ : الشَّيْخَيْنِ، يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَتَرَكْتُ حَدِيثَهُ، وَلَا أَحَدٌ عَنْهُ بَعْدَ ذَلِكَ شَيْئًا .

”میں نے ابو عمر بن حیویہ کو یہ کہتے سنا کہ احمد بن عقدہ براءثا کی جامع میں صحابہ کرام یا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے عیوب لکھواتا تھا۔ اس پر میں نے اس کی روایت چھوڑ دی۔ اس کے بعد میں اس سے کوئی چیز بیان نہیں کرتا۔“

(سؤالات السہمی: 166)

✽ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ صَاحِبَ مَعْرِفَةٍ وَحَفِظٍ، وَمُقَدِّمًا فِي هَذِهِ الصَّنَاعَةِ؛ إِلَّا أَنِّي رَأَيْتُ مَشَايِخَ بَغْدَادَ مُسَيِّئِينَ الشَّأْنَاءَ عَلَيْهِ .

”یہ بڑا عالم، حافظ اور اس فن میں مقدم تھا، مگر میں نے بغداد کے مشائخ کو دیکھا کہ وہ اس پر جرح کرتے ہیں۔“ (الکامل فی ضعفاء الرجال: 1/206)

✽ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ برا آدمی تھا۔“ (تاریخ بغداد للخطیب: 5/22، وسندہ صحیح)

امام دارقطنی رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا:

أَيْشَ أَكْبَرُ مَا فِي نَفْسِكَ عَلَيْهِ؟

”کیا آپ کے ذہن میں اس کی کوئی اچھائی ہے؟“

تو وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گئے، پھر فرمایا:

أَلَا كَثُرَ مِنَ الْمَنَاقِيرِ .

”اس کی اکثر روایات منکر ہیں۔“ (تاریخ بغداد: 5/22، وسندہ صحیح)

✽ ابن عقدہ نے عبدالغفار بن القاسم ابو مریم کی تعریف میں مبالغہ کیا، تو امام

ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا:

وَابْنُ سَعِيدٍ (ابْنُ عَقْدَةَ) حَيْثُ قَالَ، هَذَا الْمَيْلُ الشَّدِيدُ إِنَّمَا

كَانَ لِلْإِفْرَاطِ فِي الشَّيْعِ .

”ابن سعید (ابن عقدہ) نے یہ انتہا کا میلان اس لیے ظاہر کیا ہے کہ وہ خود

غالی شیعہ ہے۔“ (الکامل فی ضعفاء الرجال: 5/327)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فِيهِ ضَعْفٌ .

”اس میں کمزوری ہے۔“ (سير أعلام النبلاء: 341/5، 342)

نیز ابن خراش اور ابن عقدہ کے بارے میں فرماتے ہیں:
وَفِيهِمَا رَفْضٌ وَبِدْعَةٌ .

”ان دونوں میں دشمنی صحابہ اور بدعت موجود ہے۔“ (میزان الاعتدال: 128/1)

مزید فرماتے ہیں: شَيْعِيٌّ، وَضَعْفُهُ غَيْرٌ وَاحِدٍ .

”یہ (رافضی) شیعہ ہے اور اس کو کئی ایک محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(المغني في الضعفاء: 55/1)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَابْنُ عَقْدَةَ مَتَّهَمٌ، فَإِنَّهُ رَافِضِيٌّ خَبِيثٌ .

”ابن عقدہ متہم راوی ہے، کیونکہ یہ خبیث رافضی ہے۔“

(جامع المسانيد والسنن: 524/5)

اگر کوئی کہے کہ ابن عقدہ اس سند میں منفرد نہیں، بلکہ شاذان فضلی کے استاذ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن اسماعیل بن کعب دقاق نے اس کی متابعت کی ہے۔

(الآلآلي المصنوعة للسيوطي: 338/1)

تو اس سے پوچھا جائے کہ شاذان فضلی کس مصیبت کا نام ہے؟ اس کے استاذ ابوالحسن علی بن ابراہیم کے بھی حالات زندگی نہیں مل سکے۔

بعض لوگ اسے علی بن اسماعیل بن کعب، جس کا ترجمہ (حالات زندگی) تاریخ بغداد للخطیب (345/11) میں ہے، سمجھتے ہیں جو کہ صحیح نہیں ہے۔ اگر یہی مراد لیا جائے، تو یہ بھی

”مجهول“ ہے۔

اسے ازدی نے ثقہ کہا ہے۔ (تاریخ بغداد للخطیب : 258/13، طبعہ بشار)
لیکن ابوالفتح محمد بن الحسین ازدی بے چارہ خود ”ضعیف“ ہے۔ کوئی ”ضعیف“ کسی کو
کیسے ثقہ کہہ سکتا ہے؟ یوں یہ متابعت سرے سے ثابت ہی نہیں ہے۔
شاذان فضلی نامعلوم کی سند میں علی بن جابر اودی بھی ”مجهول“ ہے۔
② اس روایت کا دوسرا راوی عبدالرحمن بن شریک ہے۔

❁ امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے اسے وَاِهِيَ الْحَدِيثَ (کمزور) کہا ہے۔
(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 244/5)
امام ابن حبان رحمہ اللہ اسے اپنی کتاب (الثقات : 375/8) میں ذکر کرنے کے بعد
فرماتے ہیں : رُبَّمَا أَخْطَأَ . ”کبھی کبھی غلطی کر جاتا ہے۔“
لہذا امام حاکم (33/2) کا اس کی ایک روایت کو ”صحیح علی شرط مسلم“ کہنا، حافظ پیشمی
(مجمع الزوائد : 68/8) کا اسے ثقہ قرار دینا اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تقریب التہذیب
: 3893) کا اسے ”صدوق“ کہنا امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ جیسے جمہور ائمہ کی جرح کے مقابلہ
میں بالکل ہیچ ہے۔ اس پر ضعف ہی غالب ہے۔

③ عبدالرحمن بن شریک یہ روایت اپنے باپ شریک بن عبداللہ القاضی سے بیان کر رہا
ہے۔ شریک القاضی راوی جب کوفہ میں عہدہ قضا پر فائز ہوئے، تو ان کا حافظہ جواب دے
گیا تھا۔ یہ معلوم نہیں کہ ان کے بیٹے عبدالرحمن بن شریک نے یہ روایت اپنے والد سے ان
کا حافظہ بگڑنے سے پہلے سنی تھی یا بعد میں۔

اسی لیے حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَهَذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ، أَمَّا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ شَرِيكٍ عَنْ أَبِيهِ؛ فَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ الرَّازِيُّ: هُوَ وَاهِي الْحَدِيثِ، قُلْتُ: وَ (أَمَّا) أَنَا؛ فَلَا أَتَهُم بِهَذَا إِلَّا ابْنُ عُقْدَةَ، فَإِنَّهُ كَانَ رَافِضِيًّا، يُحَدِّثُ بِمَثَالِبِ الصَّحَابَةِ.

”یہ حدیث باطل ہے۔ عبدالرحمن بن شریک اپنے باپ سے بیان کرتا ہے۔ اس کے بارے میں امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: وہ کمزور روایات بیان کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں: میرے خیال میں صرف ابن عقدہ ہی اس روایت کو گھڑنے والا ہے، کیونکہ وہ رافضی ہے اور صحابہ کرام کے عیوب بیان کرتا ہے۔“ (الموضوعات: 356/1)

روایت نمبر ④: سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہی سے منسوب ہے:

لَمَّا كَانَ يَوْمٌ خَيْبَرَ شُغِلَ عَلِيٌّ بِمَا كَانَ مِنْ قِسْمَةِ الْغَنَائِمِ، حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ، فَسَأَلَ النَّبِيَّ عَلِيًّا: «هَلْ صَلَّيْتَ الْعَصْرَ؟» قَالَ: لَا، فَدَعَا اللَّهَ، فَارْتَفَعَتْ حَتَّى تَوَسَّطَتِ الْمَسْجِدَ، فَصَلَّى عَلِيٌّ، فَلَمَّا صَلَّى؛ غَابَتِ الشَّمْسُ، قَالَ: فَسَمِعْتُ لَهَا صَرِيرًا كَصَرِيرِ الْمِنْشَارِ فِي الْخَشَبَةِ.

”خیبر کے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ مالِ غنیمت کی تقسیم میں مشغول رہے، حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور

سورج بلند ہوتا ہوا مسجد کے درمیان میں آ گیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی، تو سورج کے غروب ہونے کی آواز میں نے سنی جیسا کہ کسی لکڑی میں آرا چلایا جاتا ہے۔“

(أخرجه أبو الحسن شاذان الفضلي، [كما في اللآلي المصنوعة للسيوطي : 340/1]، وأبو القاسم عبيد الله بن عبد الله الحسكاني [كما في منهاج السنة النبوية لابن تيمية : 191/4]، البداية والنهاية لابن كثير : 90/6)

تبصرہ :

یہ بھی جھوٹی روایت ہے، کیونکہ :

① صاحب کتاب ابوالحسن شاذان فضلی کے حالات نہیں مل سکے۔

② اس کے راوی صباح بن یحییٰ کے بارے میں :

✽ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

فِيهِ نَظَرٌ. ”یہ مجہول راوی ہے۔“ (التاریخ الكبير : 315/4)

✽ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَهُوَ شَيْعِيٌّ، مِنْ جُمْلَةِ شَيْعَةِ الْكُوفَةِ.

”یہ کوفہ کے شیعوں میں سے ہے۔“ (الکامل في ضعفاء الرجال : 84/4)

✽ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

مَتْرُوكٌ، بَلْ مُتَّهَمٌ.

”یہ متروک بلکہ متہم بالکذب راوی ہے۔“ (میزان الاعتدال : 306/2)

✽ ابن عراق رحمہ اللہ کہتے ہیں :

شَيْعِيٌّ، مَتْرُوكٌ، مُتَّهَمٌ.

”یہ شیعہ، متروک اور متہم بالکذب راوی ہے۔“ (تنزيه الشريعة : 67/1)

اس کے بارے میں توثیق کا ادنیٰ کلمہ بھی ثابت نہیں۔

③ اس کے استاذ محمد بن صبیح دمشقی کی توثیق بھی مطلوب ہے۔

④ عبد اللہ بن الحسین بن جعفر

⑤ حسین مقتول

⑥ فاطمہ بنت علی

⑦ ام الحسن بنت علی

ان سب راویوں کا تعارف اور ان کی توثیق بھی مطلوب ہے۔

روایت نمبر ⑤ : ایک روایت یوں ہے :

أَخْرَجَهُ أَبُو الْقَاسِمِ الْحُسَيْنِيُّ (كَمَا فِي مِنْهَا جِ السُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ
لِابْنِ تَيْمِيَّةٍ : 4/190) عَنْ أَبِي حَفْصٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ
الْقَاضِي الْجَعَابِيُّ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ جَعْفَرٍ الْعَسْكَرِيُّ
مِنْ أَصْلِ كِتَابِهِ ---- .

تبصرہ :

اس کی سند بھی جھوٹی اور من گھڑت ہے، کیونکہ :

① ام اشعث راویہ ”مجهولہ“ ہے۔

② احمد بن محمد بن یزید بن سلیم کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

③ امام سفیان ثوری کی ”تدلیس“ ہے۔

اس روایت کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَهَذَا مِمَّا لَا يَقْبَلُ نَقْلُهُ إِلَّا مِمَّنْ عُرِفَ عَدَالَتُهُ وَضَبْطُهُ؛ لَا مِنْ مَّجْهُولِ الْحَالِ، فَكَيْفَ إِذَا كَانَ مِمَّا يَعْلَمُ أَهْلُ الْحَدِيثِ أَنَّ الثَّوْرِيَّ لَمْ يُحَدِّثْ بِهِ، وَلَا حَدَّثَ بِهِ عَبْدُ الرَّزَّاقِ؟ وَأَحَادِيثُ الثَّوْرِيَّ وَعَبْدِ الرَّزَّاقِ يَعْرِفُهَا أَهْلُ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ، وَلَهُمْ أَصْحَابٌ يَعْرِفُونَهَا، وَرَوَاهُ خَلْفُ بْنُ سَالِمٍ، وَلَوْ قَدَّرَ أَنَّهُمْ رَوَوْهُ؛ فَأُمُّ اشْعَثُ مَجْهُولَةٌ، لَا يَقُومُ بِرِوَايَتِهَا شَيْءٌ.

”ایسی روایات صرف ان لوگوں سے روایت کرنا جائز ہے، جن کی عدالت اور حافظہ معروف ہو۔ مجہول الحال راویوں سے ایسے بیانات لینا جائز نہیں۔ پھر یہ ایسی روایت ہے، جس کے بارے میں محدثین جانتے ہیں کہ اس کو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ اور امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے بیان ہی نہیں کیا۔ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ اور امام عبدالرزاق رحمہ اللہ کی تمام روایات کو محدثین جانتے ہیں۔ محدثین کے تمام شاگرد بھی ان روایات سے واقف ہیں، لیکن اس روایت کو صرف خلف بن سالم نے بیان کیا ہے۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ محدثین نے اسے بیان کیا ہے، تو بھی اس میں ام اشعث مجہولہ راویہ ہے۔ اس کی کوئی روایت کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی۔“

(منهاج السنة النبويّة في نقض كلام الشيعة والقدريّة: 4/190)

✽ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهَذَا إِسْنَادٌ غَرِيبٌ جِدًّا، وَحَدِيثُ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَشَيْخِهِ الثَّوْرِيَّ مَحْفُوظٌ عِنْدَ اللَّائِمَةِ، لَا يَكَادُ يَتْرُكُ مِنْهُ شَيْءٌ مِّنَ الْمُهِمَّاتِ،

فَكَيْفَ لَمْ يَرَوْ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ مِثْلَ هَذَا الْحَدِيثِ الْعَظِيمِ؛ إِلَّا خَلَفُ بْنُ سَالِمٍ، بِمَا قَبْلَهُ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِينَ لَا يُعْرِفُ حَالَهُمْ فِي الضَّبْطِ وَالْعَدَالَةِ كَغَيْرِهِمْ؟ ثُمَّ إِنَّ أُمَّ اشْعَثَ مَجْهُولَةٌ.

”یہ سند انتہا درجے کی منکر ہے۔ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ اور ان کے استاذ سفیان ثوری رحمہ اللہ کی احادیث محدثین کے ہاں محفوظ ہیں، کوئی اہم روایت ان سے اوجھل نہیں رہ سکتی۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ سے اس طرح کی عظیم معجزہ کی حامل حدیث صرف خلف بن سالم ہی بیان کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ سالم سے اوپر والے راوی اپنے حافظے اور عدالت کے اعتبار سے دوسرے راویوں کی طرح مجہول الحال ہیں۔ تیسرے یہ کہ ام اشعث مجہولہ ہے۔“ (البدایة والنهاية : 89/6)

روایت نمبر ⑥ : اس روایت کی ایک سند یوں ہے :

عَنْ حُسَيْنِ الْأَشْقَرِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ عَلِيٍّ، عَنْ أَسْمَاءَ.

(أخرجه القاسم الحسكاني، كما في منهاج السنة لابن تيمية : 191/4 ، 192)

تبصرہ :

یہ باطل سند ہے۔ اس کے بارے میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وَهَذَا إِسْنَادٌ لَا يَثْبُتُ . ”یہ سند صحیح نہیں۔“ (البدایة والنهاية : 89/6)

① اس کا راوی حسین بن حسن اشقر جمہور کے نزدیک ”ضعیف“ ہے۔

✽ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَضَعَفُ الْجُمْهُورُ.

”جمہور محدثین کرام نے اسے ضعیف کہا ہے۔“ (مجمع الزوائد: 102/9)

✽ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فِيهِ نَظَرٌ.

”یہ منکر الحدیث راوی ہے۔“ (التاریخ الكبير: 385/2)

نیز فرماتے ہیں: عِنْدَهُ مَنَاقِبٌ.

”اس کے پاس منکر روایات ہیں۔“ (التاریخ الصغير: 291/2)

✽ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، وَكَانَ صَدُوقًا.

”اس کی بیان کردہ حدیث منکر ہوتی ہے، اگرچہ وہ خود سچا تھا۔“

(سؤالات ابن ہانی: 2358)

✽ امام ابوزر عہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ شَيْخٌ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ.

”یہ منکر احادیث بیان کرنے والا راوی ہے۔“

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 50/3)

✽ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِقَوِيٍّ فِي الْحَدِيثِ. ”حدیث بیان کرنے میں بہت کمزور تھا۔“

(الجرح والتعديل: 49/3)

✽ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جَمَاعَةٌ مِّنْ ضُعَفَاءِ الْكُوفِيِّينَ يُحِيلُونَ بِالرِّوَايَاتِ عَلَى حُسَيْنِ
الْأَشَقَرِ، عَلَى أَنَّ حُسَيْنًا هَذَا فِي حَدِيثِهِ بَعْضُ مَا فِيهِ .
”ضعیف کوئی راویوں کی ایک جماعت حسین اشقر کی طرف روایات منسوب
کرتی تھی، حالانکہ خود اس حسین کی حدیث میں بھی ضعف موجود ہے۔“

(الکامل في ضعفاء الرجال: 362/2)

✽ امام دارقطنی (کتاب الضعفاء والمتروکین: 195) اور امام نسائی رحمہ اللہ
(الضعفاء والمتروکون: 146) نے بھی اسے ”غیر قوی“ قرار دیا ہے۔

✽ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَهُوَ شِيعِيٌّ مَّتْرُوكٌ .
”یہ شیعہ اور متروک راوی ہے۔“ (تفسیر ابن کثیر: 570/3)

✽ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَحُسَيْنٌ مُّتَّهَمٌ .
”حسین اشقر متہم بالکذب راوی ہے۔“ (تلخیص کتاب الموضوعات: 151/1)

✽ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری: 28/6)

② علی بن حسین اگر زین العابدین ہیں، تو عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار
نے ان کا زمانہ نہیں پایا اور اگر کوئی اور ہے، تو اسے ہم نہیں جانتے۔

روایت نمبر ④ : ایک اور سند ملاحظہ ہو:

يَرْوِيهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ حُسَيْنٍ، عَنْ أَسْمَاءَ ----- .

(أخرجه أبو الحسن شاذان الفضلي، كما في اللآلي المصنوعة للسيوطي: 339/1)

تبصرہ :

یہ انتہائی جھوٹی سند ہے، کیونکہ :

- ① صاحب کتاب شاذان فضلی کون ہے؟ کوئی پتہ نہیں۔
- ② امام طبرانی کا استاذ اسماعیل بن الحسن خفاف ”مجہول“ ہے۔
- ③ یحییٰ بن سالم کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔
- ④ صباح مروزی (مزنی) اگر صباح بن یحییٰ ہے، تو متہم ہے۔ اگر کوئی اور ہے تو وہ ”مجہول“ ہے۔

- ⑤ اسماعیل بن اسحاق راشدی کی توثیق درکار ہے۔
- ⑥ فاطمہ بنت حسین کا سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں۔

روایت نمبر ⑧ : سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے :

لَمَّا كُنَّا بِخَيْبَرَ شَهِدَ رَسُولُ اللَّهِ فِي قِتَالِ الْمُشْرِكِينَ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ، وَكَانَ مَعَ صَلَاةِ الْعَصْرِ؛ جِئْتُهُ، وَلَمْ أَصِلْ صَلَاةَ الْعَصْرِ، فَوَضَعَ رَأْسَهُ فِي حِجْرِي، فَنَامَ، فَاسْتَثْقَلَ، فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا صَلَّيْتُ صَلَاةَ الْعَصْرِ، كَرَاهِيَةً أَنْ أُوقِظَكَ مِنْ نَوْمِكَ، فَرَفَعَ يَدَهُ، ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ، إِنَّ عَبْدَكَ تَصَدَّقَ بِنَفْسِهِ عَلَى نَبِيِّكَ، فَارْدُدْ عَلَيْهِ شَرْقَهَا»، قَالَ: فَرَأَيْتُهَا عَلَى الْحَالِ فِي وَقْتِ الْعَصْرِ بَيَضَاءَ نَفِيَّةٍ، حَتَّى قُمْتُ، ثُمَّ تَوَضَّأْتُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ، ثُمَّ غَابَتْ.

”جب ہم غزوہ خیبر میں تھے، تو رسول اللہ ﷺ مشرکین سے لڑائی میں شریک ہوئے۔ اگلے دن عصر کے وقت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ ﷺ میری گود میں سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ آپ ﷺ بیدار نہ ہوئے، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی، کیونکہ آپ کو نیند سے بیدار کرنا مجھے اچھا نہیں لگا۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر یہ دعا کی: اللہ! تیرے بندے نے اپنی جان کو تیرے نبی پر قربان کر رکھا تھا۔ اس پر سورج کو واپس لوٹا دے۔ میں نے دیکھا کہ سورج عصر کے وقت کی طرح بالکل صاف سفید روشن ہو گیا۔ میں اٹھا، وضو کیا اور نماز پڑھی۔ پھر سورج غروب ہو گیا۔“

(آخر جہ أبو الحسن شاذان الفضلي، كما في الآتي المصنوعة للسيوطي: 340/1، 341)

تبصرہ :

یہ سفید جھوٹ ہے، کیونکہ:

- ① شاذان کا کوئی اتہ پتہ نہیں۔ یہ کوئی جھوٹ کا کاریگر لگتا ہے۔
- ② یحییٰ بن عبد اللہ بن حسن بن علی کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔
- ③ ابواسحاق ابراہیم بن رشید کون ہے؟ تعارف درکار ہے۔
- ④ عبد اللہ بن فضل طائی کی توثیق درکار ہے۔

البتہ مابینی کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن منذر نے کہا:

كَانَ ثِقَةً؛ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ يَغْلُو فِي التَّشْيِعِ .

”یہ ثقہ راوی تھا، البتہ غالی شیعہ بھی تھا۔“ (لسان المیزان لابن حجر: 326/3)

عبداللہ بن منذر ائمہ جرح و نقد میں سے نہیں۔ لہذا ان کی توثیق معتبر نہیں۔

⑤ عبید اللہ بن سعید بن کثیر بن عفیر سخت مجروح ہے۔

✽ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَكَلَّا الْحَدِيثَيْنِ يَرْوِيهِمَا عَنْهُ ابْنُهُ عُبَيْدُ اللَّهِ، وَلَعَلَّ الْبَلَاءُ مِنْ
عُبَيْدِ اللَّهِ .

”ان دونوں حدیثوں کو سعید سے اس کے بیٹے عبید اللہ نے بیان کیا ہے۔ لگتا

ہے کہ یہ عبید اللہ ہی کی گھڑنٹل ہے۔“ (الکامل فی ضعفاء الرجال: 412/3)

✽ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي عَنْ أَبِيهِ عَنِ الثَّقَاتِ الْأَشْيَاءَ الْمَقْلُوبَاتِ، لَا يُشَبِّهُ حَدِيثَهُ
حَدِيثَ الثَّقَاتِ .

”یہ اپنے باپ سے منسوب کر کے ثقہ راویوں کی سند سے مقلوب روایتیں

بیان کرتا ہے۔ اس کی حدیث ثقہ راویوں کی حدیث جیسی نہیں ہوتی۔“

(المجروحین: 67/2)

✽ حسین بن اسحاق اصہبانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لَا يَجُوزُ الْإِحْتِجَاجُ بِخَبَرِهِ إِذَا انفَرَدَ .

”جب یہ کوئی روایت بیان کرنے میں منفرد ہو، تو اس کی روایت کو دلیل بنانا

جائز نہیں ہوتا۔“ (المجروحین: 67/2)

لہذا امام ابو عوانہ رحمہ اللہ کا اپنی کتاب میں اس کا ذکر کرنا مفید نہیں۔

روایت نمبر ۹ : سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے :

قَالَ عَلِيٌّ يَوْمَ الشُّورَى : أَنشُدْكُمْ بِاللَّهِ، هَلْ فِيكُمْ مَن رُدَّتْ لَهُ
الشَّمْسُ غَيْرِي، حِينَ نَامَ رَسُولُ اللَّهِ، وَجَعَلَ رَأْسَهُ فِي حِجْرِي،
حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ، فَانْتَبَهَ، فَقَالَ : «يَا عَلِيُّ، صَلَّيْتَ
الْعَصْرَ؟»، قُلْتُ : اللَّهُمَّ لَا، فَقَالَ : «اللَّهُمَّ ارْزُدْهَا عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ
كَانَ فِي طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُولِكَ» .

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے شوری کے دن فرمایا: میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا
ہوں: کیا میرے علاوہ کوئی ہے، جس کیلئے سورج واپس پلٹ آیا تھا۔ اس دن
رسول اللہ ﷺ میری گود میں سر مبارک رکھے سو رہے تھے، یہاں تک کہ
سورج غروب ہو گیا۔ جب آپ ﷺ بیدار ہوئے، تو فرمایا: علی! کیا آپ نے
عصر کی نماز پڑھی ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے یہ دعا
کی: اے اللہ! ان کے لئے سورج کو واپس پلٹا دے، کیونکہ یہ تیری اور تیرے
رسول کی اطاعت میں تھے۔“

(آخر جہ شاذان الفضلی، کما فی اللالی المصنوعة للسيوطي: 341/1)

تبصرہ :

یہ روایت صریح جھوٹ ہے اور خالص ابلیسی کارروائی ہے، کیونکہ:

- ① شاذان فضلی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔
- ② اس کا استاذ ابوالحسن بن صفوہ بھی ”مجہول“ ہے۔

- ③ حسن بن علی بن محمد عدوی، طبری کی بھی توثیق درکار ہے۔
- ④ احمد بن علا رازی کا پتہ نہیں چل سکا۔
- ⑤ اسحاق بن ابراہیم تیمی کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔
- ⑥ ابراہیم بن یزید نخعی ”مدلس“ ہیں۔
- ⑦ علقمہ کا سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے سماع درکار ہے۔

روایت نمبر ⑩ : جویریہ بنت مسہر سے منسوب ہے:

خَرَجْتُ مَعَ عَلِيٍّ، فَقَالَ: يَا جُؤَيْرِيَّةُ، إِنَّ النَّبِيَّ كَانَ يُوحِي إِلَيَّ،
وَرَأْسُهُ فِي حَجْرِي ----- .

(آخر جہ أبو القاسم الحسكاني، كما في منهاج السنة لابن تيمية: 4/194)

تبصرہ :

یہ صریح جھوٹ ہے، جیسا کہ:

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهَذَا الْإِسْنَادُ أَضْعَفُ مِمَّا تَقَدَّمَ، وَفِيهِ مِنَ الرِّجَالِ الْمَجَاهِيلِ
الَّذِينَ لَا يُعْرَفُ أَحَدُهُمْ بِعَدَالَةٍ وَلَا ضَبْطٍ، وَانْفِرَادُهُمْ بِمِثْلِ
هَذَا الَّذِي، لَوْ كَانَ عَلَيٌّ قَالَهُ، لَرَوَاهُ عَنْهُ الْمَعْرُوفُونَ مِنْ
أَصْحَابِهِ، وَبِمِثْلِ هَذَا الْإِسْنَادِ عَنْ هَذِهِ الْمَرْأَةِ، وَلَا يُعْرَفُ حَالُ
هَذِهِ الْمَرْأَةِ، وَلَا حَالُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ رَوَوْا عَنْهَا، بَلْ وَلَا تُعْرَفُ
أَعْيَانُهُمْ، فَضْلًا عَنْ صِفَاتِهِمْ، لَا يَثْبُتُ فِيهِ شَيْءٌ، وَفِيهِ مَا

يُنَاقِضُ الرَّوَايَةَ الَّتِي هِيَ أَرْجَحُ مِنْهُ، مَعَ أَنَّ الْجَمِيعَ كَذِبٌ، فَإِنَّ الْمُسْلِمِينَ رَوَوْا مِنْ فَضَائِلِ عَلِيٍّ، وَمُعْجَزَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هُوَ دُونَ هَذَا، وَهَذَا لَمْ يَرَوْهُ (أَحَدٌ) مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ .

”یہ روایت گزشتہ روایت سے زیادہ سخت ضعیف ہے۔ اس میں ایسے مجہول راوی ہیں جن میں سے کسی کی عدالت و ضبط معروف نہیں۔ وہ اس روایت کو بیان کرنے میں منفرد ہیں۔ اگر واقعی ایسا ہوتا، تو ضرور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مشہور رفقا ان سے بیان کرتے۔ اس جیسی روایت کو بیان صرف ایک عورت جویریہ بنت مسہر نے کیا، جو خود مجہولہ ہے! پھر اس سے بیان کرنے والے راویوں کے حالات بھی معلوم نہیں، بلکہ ان کی شخصیتوں ہی کا کوئی اتہ پتہ نہیں۔ یہ روایت جھوٹی ہونے کے ساتھ ساتھ ان روایات کے بھی مخالف ہے، جو اس کی نسبت رائج ہیں۔ مسلمانوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو بیان کیا ہے، مگر یہ ان سب سے بڑھ کر ہے، پھر بھی کسی محدث نے اسے نقل نہیں کیا۔“ (منہاج السنة: 4/194)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهَذَا الْإِسْنَادُ مُظْلِمٌ، وَكَثُرَ رِجَالُهُ لَا يُعْرَفُونَ، وَالَّذِي يَطْهَرُ، - وَاللَّهُ أَعْلَمُ - أَنَّهُ مُرَكَّبٌ مَصْنُوعٌ، مِمَّا عَمَلَتْهُ أَيْدِي الرَّاوِفِضِ، قَبَحَهُمُ اللَّهُ .

”یہ سند جھوٹی ہے۔ اس کے اکثر راوی مجہول ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ ظاہر یہی

ہو رہا ہے کہ یہ من گھڑت کہانی ہے، جو کہ رافضیوں کی گھڑنت ہے۔ اللہ ان کو تباہ و برباد کرے۔“ (البدایة والنہایة: 92/6)

روایت نمبر ⑪ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

نَامَ رَسُولُ اللَّهِ، وَرَأْسُهُ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ، وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الْعَصْرَ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ؛ دَعَا لَهُ، فَرَدَّتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ حَتَّى صَلَّى، ثُمَّ غَابَتْ ثَانِيَةً.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سر مبارک رکھے ہوئے سو گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کہ سورج غروب ہو گیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے، تو ان کے لئے دعا کی۔ سورج ان کے لیے پلٹ آیا حتیٰ کہ انہوں نے نماز ادا کر لی۔ پھر سورج دوبارہ غروب ہو گیا۔“

(أَخْرَجَهُ شَاذَانُ الْفَضْلِيِّ، كَمَا فِي اللَّالِي الْمَصْنُوعَةِ لِلْسَيُوطِيِّ: 338/1، وَأَبُو

القَاسِمِ الْحَسْكَانِيِّ، كَمَا فِي مِنْهَاجِ السَّنَةِ لِابْنِ تَيْمِيَّةٍ: 194/4)

تبصرہ :

یہ روایت سخت ترین ”ضعیف“ ہے، کیونکہ:

① داؤد بن فراہج کے بارے میں امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَكَانَ كَبِيرًا، وَافْتَقَرَ. ”یہ زیادہ بوڑھا اور مختلط ہو گیا تھا۔“

(التاریخ الكبير للبخاري: 230/3، وسنده صحيح)

معلوم نہیں کہ اس نے یہ روایت کب بیان کی؟

② داؤد بن فراہج سے نیچے ابن مردویہ تک سند بھی غائب ہے۔

اللّٰلِی المصنوعة للسيوطی (309/3) میں مذکور اس کی دوسری باطل سند بھی ہے، کیونکہ:

① اس میں داؤد کا متابع عمارہ بن فیروز ”مجہول“ ہے۔

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

لَا يُتَابَعُ عَلَى حَدِيثِهِ . ”اس کی حدیث پر متابعت نہیں کی گئی۔“

(الضعفاء الكبير: 316/3)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَا يُعْرَفُ مَنْ هُوَ .

”کوئی پتہ نہیں کہ یہ کون ہے؟“ (میزان الاعتدال: 178/3)

② یزید بن عبد الملک نوفلی جمہور محدثین کے نزدیک سخت ترین ”ضعیف“ اور

”منکر الحدیث“ ہے۔

❁ امام بخاری، امام یحییٰ بن معین، امام ابو حاتم رازی، امام ابو زرعہ رازی،

امام دارقطنی، امام نسائی، امام ابن عدی اور امام بزار رحمہم اللہ نے اسے ”ضعیف“ اور ”منکر الحدیث“ کہا ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تقریب التهذيب: 7751) نے اسے ”ضعیف“ کہا ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

مُجْمَعٌ عَلَى ضَعْفِهِ .

”محدثین کرام کا اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔“ (میزان الاعتدال: 141/4)

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهُوَ مَتْرُوكٌ، ضَعْفَهُ جُمُهورُ الْأَئِمَّةِ .

”وہ متروک راوی ہے، جمہور ائمہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(مجمع الزوائد: 91/4)

③ یحییٰ بن یزید بن عبد الملک راوی ”ضعیف“ اور ”منکر الحدیث“ ہے۔

④ شاذان فضلی کون ہے؟ لگتا ہے یہ اسی کی گھڑ تیل ہے۔

اس روایت کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذَا إِسْنَادٌ مُّظْلِمٌ، لَا يَثْبُتُ بِهِ شَيْءٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، بَلْ يُعْرَفُ كَذِبُهُ مِنْ وَجْهِهٖ --- .

”یہ سند اندھیری ہے۔ اہل علم کے نزدیک اس سے کچھ بھی ثابت نہیں ہو سکتا،

بلکہ کئی طرح سے اس کا جھوٹا ہونا واضح ہوتا ہے۔“ (منہاج السنۃ: 193/4)

روایت نمبر ⑫: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا رَأْسُهُ فِي حِجْرٍ عَلَيَّ، وَقَدْ غَابَتِ الشَّمْسُ ----- .

(آخر جہ أبو القاسم عبید اللہ الحسکانی، کما فی منہاج السنۃ لابن تیمیہ: 193/4)

تبصرہ:

یہ بھی جھوٹی روایت ہے، جیسا کہ:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذَا الْإِسْنَادُ لَا يَثْبُتُ بِمِثْلِهِ شَيْءٌ، وَكَثِيرٌ مِنْ رِجَالِهِ لَا يُعْرَفُونَ بِعَدَالَةٍ وَلَا ضَبْطٍ، وَلَا حَمَلٍ لِلْعِلْمِ، وَلَا لَهُمْ ذِكْرٌ فِي كُتُبِ الْعِلْمِ .

”اس طرح کی ساری روایات غیر ثابت ہیں۔ ان کے اکثر راوی عدالت،

حافظے اور علمی اعتبار سے غیر معروف ہیں۔ ان کا کسی علمی اور جرح و تعدیل کی کتب میں کوئی تذکرہ نہیں۔“ (منہاج السنة: 193/4)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهَذَا إِسْنَادٌ مُّظْلِمٌ أَيْضًا، وَمَتْنُهُ مُنْكَرٌ، وَمُخَالَفٌ لِّمَا تَقَدَّمَ مِنْ السِّيَاقِ، وَكُلُّ هَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ مَوْضُوعٌ مَّصْنُوعٌ مُّفْتَعَلٌ، يَسْرِقُهُ هَؤُلَاءِ الرَّافِضَةُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ، وَلَوْ كَانَ لَهُ أَصْلٌ مِّنْ رِّوَايَةِ أَبِي سَعِيدٍ لَتَلَقَّاهُ عَنْهُ كِبَارُ أَصْحَابِهِ.

”یہ سند بھی اندھیری ہے اور اس کا متن منکر ہے۔ یہ اس واقعے کے گزشتہ سیاق کے بھی مخالف ہے۔ یہ ساری چیزیں اس کے موضوع، من گھڑت اور خود ساختہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ روافض نے ایک دوسرے سے اس روایت کا سرقہ کیا ہے۔ اگر یہ واقعی سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ہوتی، تو اسے ان کے کبار اصحاب ضرور ان سے بیان کرتے۔“

(البدایة والنهاية: 92/6)

روایت نمبر ۱۳): سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ، وَكَانَ يُوحِي إِلَيْهِ، فَلَمَّا سَرِّيَ عَنْهُ، قَالَ: «يَا عَلِيُّ، صَلَّيْتَ الْعَصْرَ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «اللَّهُمَّ، إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ فِي حَاجَتِكَ وَحَاجَةِ رَسُولِكَ، فَرَدَّ عَلَيْهِ الشَّمْسُ»، فَرَدَّهَا، فَصَلَّى عَلِيٌّ، فَعَابَتْ.

”رسول اللہ ﷺ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ جب وحی ختم ہوئی، تو آپ ﷺ نے استفسار فرمایا: علی! کیا آپ نے عصر کی نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ دعا کی: اے اللہ! تُو جانتا ہے کہ یہ تیرے اور تیرے رسول کے کام میں مشغول تھے، ان کے لیے سورج کو لوٹا دے۔ اللہ تعالیٰ نے سورج کو پلٹا دیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی، تو سورج پھر غروب ہو گیا۔“

(تلخیص المتشابهة للخطیب: 225/1، الذریۃ الطاهرة للدولابی: 164)

تبصرہ :

یہ جھوٹی روایت ہے، کیونکہ:

① اس کے راوی ابراہیم بن حیان کے بارے میں امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ

فرماتے ہیں: إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَيَّانٍ فِي عِدَادِ الْمَجْهُولِينَ .

”ابراہیم بن حیان کا شمار مجہول راویوں میں ہوتا ہے۔“ (تلخیص المتشابهہ: 225/1)

روایت نمبر ⑬ : سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ الشَّمْسَ، فَتَأَخَّرَتْ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ .

”رسول اللہ ﷺ نے سورج کو حکم دیا، تو وہ تھوڑی دیر کے لئے لیٹ ہو گیا۔“

(المعجم الأوسط للطبرانی: 4039، الآلی المصنوعة للسيوطی: 312/1)

تبصرہ :

یہ سند باطل ہے، کیونکہ:

- ① ولید بن عبدالواحد تمیمی راوی کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔
 ② ابوالزبیر ”مدلس“ ہیں اور انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی۔

خلاصة التحقيق :

مذکورہ تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے سورج کے واپس آنے کے بارے میں بیان کی جانے والی ساری کی ساری روایات ”ضعیف“ اور باطل ہیں۔ کسی میں مجہول، کسی میں ضعیف اور کسی میں متروک راوی پائے جاتے ہیں۔ لہذا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت پایہ ثبوت تک نہیں پہنچتی۔

اس روایت کے بارے میں جمہور ائمہ محدثین کے اقوال ملاحظہ ہوں:

✽ حافظ ابو بکر محمد بن حاتم بن زنجویہ بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب [اثبات إمامة

الصدیق] میں فرماتے ہیں:

الْحَدِيثُ ضَعِيفٌ جَدًّا، لَا أَصْلَ لَهُ، كَذَا مِمَّا كَسَبَتْ أَيْدِي
الرَّوَّافِضِ .

”یہ روایت سخت ضعیف اور بے اصل ہے۔ یہ روافض کی کارستانی ہے۔“

(البدایة والنهاية لابن كثير : 87/6)

✽ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ امام ابن مدینی رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں کہ یہ روایت

بے اصل ہے۔ (البدایة والنهاية : 93/6)

✽ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ، وَفِيهِ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْمَجَاهِيلِ .

”یہ حدیث منکر ہے، اس میں کئی ایک مجہول راوی ہیں۔“ (تاریخ دمشق : 314/42)

✽ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **فَالرَّوَايَةُ فِيهِ لَيِّنَةٌ.**

”اس روایت میں کمزوری ہے۔“ (الضعفاء الكبير: 328/3)

✽ حافظ جوزقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ مُضْطَرِبٌ. ”یہ حدیث منکر اور مضطرب ہے۔“

(الأباطيل والمناكير والصحاح والمشاهير: 308/1)

✽ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اسے ”موضوع“ (من گھڑت) قرار دیا ہے۔

(الموضوعات: 356/1)

✽ حافظ محمد بن ناصر بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذَا الْحَدِيثُ مَوْضُوعٌ. ”یہ حدیث من گھڑت ہے۔“

(البدایة والنهاية لابن كثير: 87/6)

✽ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **صَدَقَ ابْنُ نَاصِرٍ.**

”ابن ناصر نے بالکل سچ کہا ہے۔“ (البدایة والنهاية لابن كثير: 87/6)

✽ نیز اس کے بارے میں خود حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَكِنَّهَا سَاقِطَةٌ، لَيْسَتْ بِصَحِيحَةٍ.

”یہ روایت جھوٹی ہے، صحیح نہیں۔“ (تلخیص الموضوعات: 118)

✽ شیخ الاسلام، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسے من گھڑت قرار دیا ہے۔

(منهاج السنة: 185/4، 195)

✽ محمد بن عبیدطنافسی اور یعلیٰ بن عبیدطنافسی رحمہما نے بھی اسے من گھڑت

بی قرار دیا ہے۔ (البدایة والنهاية لابن كثير: 93/6)

حافظ ابو الحجاج يوسف مزی رحمہ اللہ نے بھی اسے ”موضوع“ قرار دیا ہے۔



(البدایة والنهاية لابن كثير: 93/6)

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے بھی اسے جھوٹی روایتوں میں ذکر کیا ہے۔



(المنار المنيف: 56/1)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:



هَذَا الْحَدِيثُ ضَعِيفٌ وَمُنْكَرٌ مِّنْ جَمِيعِ طُرُقِهِ، فَلَا تَخْلُو
وَاحِدَةً مِنْهَا عَنْ شِيعِيٍّ، وَمَجْهُولِ الْحَالِ، وَشِيعِيٍّ وَمَتْرُوكٍ .
”یہ روایت اپنے جمیع طرق کے ساتھ ضعیف و منکر ہے۔ اس کی کوئی ایک سند
بھی شیعہ، مجہول الحال اور شیعہ و متروک راویوں سے خالی نہیں ہے۔“

(البدایة والنهاية: 87/6)

علامہ معلیٰ رحمہ اللہ اس روایت پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:



هَذِهِ الْقِصَّةُ أَنْكَرَهَا أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ، لِأَوْجِهٍ، الْأَوَّلُ: أَنَّهَا لَوْ
وَقَعَتْ؛ لَنَقَلْتُ نَقْلًا يَلِيقُ بِمِثْلِهَا، الثَّانِي: أَنَّ سُنَّةَ اللَّهِ عَزَّ
وَجَلَّ فِي الْخَوَارِقِ أَنْ تَكُونَ لِمَصْلِحَةٍ عَظِيمَةٍ، وَلَا يَظْهَرُ هُنَا
مَصْلِحَةٌ، فَإِنَّهُ إِنْ فُرِضَ أَنَّ عَلِيًّا فَاتَتْهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ، كَمَا تَقُولُ
الْحِكَايَةُ، فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ لِعُذْرٍ؛ فَقَدْ فَاتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ صَلَاةُ الْعَصْرِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ لِعُذْرٍ، وَفَاتَتْهُ وَأَصْحَابَهُ
صَلَاةُ الصُّبْحِ فِي سَفَرٍ، فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْوَقْتِ، وَبَيَّنَّ أَنَّ مَا
وَقَعَ لِعُذْرٍ؛ فَلَيْسَ فِيهِ تَفْرِيطٌ، وَجَاءَتْ عِدَّةُ أَحَادِيثَ فِي أَنَّ مَنْ

كَانَ يُحَافِظُ عَلَى عِبَادَةٍ، ثُمَّ فَاتَتْهُ لِعُذْرٍ؛ يَكْتُبُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ أَجْرَهَا كَمَا كَانَ يُؤَدِّيَهَا، وَإِنْ كَانَ لِغَيْرِ عُذْرٍ؛ فَتِلْكَ خَطِيئَةٌ إِذَا أَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى مَغْفِرَتَهَا؛ لَمْ يَتَوَقَّفْ ذَلِكَ عَلَى إِطْلَاعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَلَا يَظْهَرُ لِإِطْلَاعِهَا مَعْنَى، كَمَا أَنَّهُ لَوْ قَتَلَ رَجُلٌ آخَرَ ظُلْمًا، ثُمَّ أَحْيَا اللَّهُ الْمَقْتُولَ؛ لَمْ يَكُنْ فِي ذَلِكَ مَا يُكَفِّرُ ذَنْبَ الْقَاتِلِ، الثَّالِثُ: إِنْ طُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا آيَةٌ فَاهِرَةٌ، إِذَا رَأَاهَا النَّاسُ آمَنُوا جَمِيعًا، كَمَا ثَبَتَ فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ، وَبِذَلِكَ فَسَّرَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ (الأنعام 6: 158)، فَكَيْفَ يَقَعُ مِثْلُ هَذَا فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يُنْقَلُ أَنَّهُ تَرَتَّبَ عَلَيْهِ إِيْمَانُ رَجُلٍ وَاحِدٍ.

”کئی وجوہ کی بنا پر اہل علم نے اس قصے کو منکر قرار دیا ہے؛ ① اگر ایسا واقعی رونما ہوا ہوتا، تو اسے اہم واقعات کی طرح (کثرت سے) نقل کیا جاتا۔

② خارقِ عادت کاموں کے بارے میں اللہ عزوجل کی سنت یہ ہے کہ وہ کسی عظیم مصلحت کے پیش نظر رونما ہوتے ہیں، لیکن اس واقعہ میں ایسی کوئی مصلحت نظر نہیں آرہی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ واقعی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نماز عصر رہ گئی تھی، تو وہ یا کسی عذر کی وجہ سے رہی ہوگی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی نماز عصر بھی غزوہ خندق کے موقع پر رہ گئی تھی۔ اسی طرح صحابہ کرام کی آپ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں نماز فجر بھی لیٹ ہو گئی تھی۔ آپ ﷺ اور صحابہ کرام

نے نماز کا وقت گزر جانے کے بعد نماز ادا کی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ وضاحت بھی فرمائی کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے ایسا ہو جائے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ بے شمار احادیث میں یہ بات بھی بیان ہوئی ہے کہ جو شخص پابندی کے ساتھ کسی عبادت کو سرانجام دیتا ہے، اگر کسی عذر کی وجہ سے کبھی وہ عبادت رہ جائے، تو اس کو اسی طرح اجر ملتا ہے، جس طرح ادا کرنے پر ملتا تھا۔ اور اگر یہ مانا جائے کہ (معاذ اللہ) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی عذر کے نماز عصر کو لیٹ کیا تھا، تو یہ ایک گناہ تھا، جسے اللہ چاہتا تو معاف فرما دیتا اور اس معافی کے لیے سورج کو مغرب سے طلوع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، نہ اس کا کوئی فائدہ۔ اگر کوئی آدمی کسی کو ناجائز قتل کر دے، پھر اللہ رب العزت مقتول کو دوبارہ زندہ کر دیں، تو اس سے قاتل کا گناہ کسی صورت معاف نہیں ہو گا۔ یہ صورت بھی ایسی ہی ہے۔ (۳) مغرب کی طرف سے سورج کا طلوع ہونا بڑی سخت نشانی ہے اور جب لوگ اس کو دیکھیں گے، تو سب ایمان لے آئیں گے، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اللہ رب العزت کے اس فرمان کی تفسیر بھی یہی کی گئی ہے: ﴿يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ (الأنعام 6 : 158) ﴿﴾ (جس روز آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آ پہنچے گی، کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہیں آئے گا، جو اس سے پہلے مؤمن نہیں ہوگا)۔ اب کیسے ممکن ہے کہ ایسی نشانی نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں رونما ہو جائے اور پھر اس کے نتیجے میں کسی ایک بھی شخص کے ایمان لانے کے بارے میں کوئی بات نقل نہیں کی گئی۔“ (حاشیة الفوائد المجموعة للشوکانی : 358، 357)